بفضلہ تعالیٰ

احکام شرعیہ واحادیث نبویہ کے متعلق علمی بحث کا نہایت قابل قدر مختصر رسالہ

یعنی

ادلۂ کاملہ

معروف بہ

اظہارُ الحق

از افادات قدوۃ المحققین زبدۃ المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب
صدر مدرس دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ

جسکو

احقر محمد علی مالک کتب خانہ امدادیہ دیوبندنے

اپنے کتب خانہ امدادیہ دیوبند سے شایع کیا

الیکٹرک مصطفائی پریس مظفر نگر (یو۔پی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین
واٰل و ازواجہ وصحبہ اجمعین۔ امابعد اضعف العباد محمود حسن دیوبندی اپنے دینی
بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے
ایک اشتہار جس کی نقل ذیل میں کی جاتی ہے مشتمل بر چند مسائل مختلف فیہ مطبع سفیر ہندوستان
امرتسر میں اس مضمون کا چھپوا کر مشتہر کر دیا کہ جو انکا جواب دیگا اسکو ہر ایک مسئلہ کے جواب کے
عوض میں دس دس روپیہ انعام دئے جاوینگے جو ہمارے مطالعہ سے بھی گذرا اور اسکو
دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ اگر مولوی صاحب ممدوح کا اس چھوٹے منہ پر بڑی بات کا ارادہ ہی
تو امام ابو حنیفہؒ ہی پر کیوں قناعت فرمائی آپکی بلند پروازی کیلئے ہنوز گنجائش بہت تھی
صحابہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر کر جناب باری تک پہنچنا تھا کام بھی بڑا ہوتا نام
بھی بڑا ہوتا آپ دس روپیہ کی طمع دیتے ہیں ہم آپ سے فقط فہم فراست و انصاف کے طالب ہیں
ورنہ پھر ہم ہوں گے اور آپ ہوں گے ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپکا دامن ہوگا روز جزا خدا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور یہ مقدمہ ہوگا جناب من ابتک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش بیٹھے رہے
اپنے میدان میں سنسان پاکر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے اب آپکی چھیڑ کی نوبت یہانتک پہونچی کہ اشتہار
جاری ہوکر آنے جانے والوں کی معرفت مدرسہ دیوبند میں بھی آنے لگے اس فتنہ انگیزی پر کوئی کہانتک
خاموش رہے اسلیے سردست کچھ کچھ ہم بھی عرض کرتے ہیں اسکے بعد بھی اگر آپ ہاتھ پاؤں مارینگے تو پھر
ہم بھی انشاءاللہ تعالیٰ ہاتھ دکھلائینگے ورنہ خیر ہم خود اہل اسلام کے نزاع فیمابین کو پسند نہیں کرتے
آپ دردوں سے ہر دعوے پر جب نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں تو اپنے دعوٰں کیلئے اگر ایسے دلائل
سے بڑھکر نہیں تو ایسے تو بالضرور ہی آپنے لگا رکھے ہوں گے اسلیے بمقتضائے انصاف و قواعد مناظرہ اول آپکو
یہ لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشار الیہ ثابت فرماتے پھر کہیں کسی اور سے الجھنے کو تیار ہوتے اور ہمکو بھی
اسیوقت جواب دینا مناسب تھا مگر بوجوہ چند در چند اس کشمکش میں پھنسکر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوں
پر یہ عرض کئیے دیتا ہوں کہ سردست تو میں روایت کا پتہ بتلائے دیتا ہوں اگر آپ اپنے مطالب کیلئے نصوص
صریحہ لائیں گے اور انکی صحت اور اتفاق ثابت کر دکھلائیں گے تو پھر ہم بھی انشاءاللہ اس باب میں قلم اٹھاوینگے
اور یہ بھی اسی وقت بتلائیں گے کہ کونسے مطالب کیلیے کس درجہ کا ثبوت درکار ہے یعنی تواتر و صحت و حسن و
ضعف وغیرہ مراتب روایات میں سے کونسی بات کس مطلب کیلئے درکار ہے۔ اس لیئے اس بات کو

تو ابھی یوں ہی رہنے دیجئے۔ اور اپنے اعتراضوں کا جواب سن لیجئے۔

نقل اشتہار مولوی محمد حسین صاحب

میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اسمعیل صاحب ساکنان بلیہ وال اور جو انکے ساتھ طالب علم ہیں جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیارپوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبدالرحمن صاحب وغیرہ حنفیان پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہو اور وہ اس مسئلہ میں جسکے لیے پیش کیجاوے نص صریح قطعی الدلالت ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت کا مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً۔ آنحضرت یا باری تعالےٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی ائمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبرئیل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔ قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا۔

تشریح مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعوی کیا ہے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرکے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اسکو مل جاوے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس کو حلال ہے ÷

تاسعاً۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کرکے اس سے صحبت کرے تو اُس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔

عاشراً تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہو وہ دردہ سے کرنا۔

تنبیہ۔ ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنیکے واسطے میں ان صاحبوں کو اسقدر مہلت دیتا ہوں جسقدر یہ چاہیں زیادہ مہلت میں انکو بھی گنجائش ہو کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں المشتہر ابو سعید محمد حسین لاہوری

جواب سوال اوّل - آپ ہم سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو دربارۂ عدم رفع نص صریح بھی ہو جناب من ہم آپسے دوام رفع یدین کی نص صریح حدیث صحیح متفق علیہ کے طالب ہیں اگر ہو تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لیجائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے اور یہ بھی نہو تو آپ آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کسی نص سے آپکا رفع یدین کرنا ثابت کیجئے اور نہو سکے تو پھر کسی کو سامنے منہ نہ کیجئے زیادہ وسعت چاہیئے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے چہ جائیکہ متفق علیہ ہو اگر پھر بھی آپ سے کچھ بن نہ آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب متبع حدیث وسنت کون ہے آپ یا ہم درصورتیکہ دوام رفع اور آخر وقت میں رفع کسی حدیث سے ثابت نہو تو بقا ونسخ رفع سے احادیث رفع ساکت ہونگی اور اس سبب سے احادیث نسخ وترک کی معارض نہونگی جو آپ کو یہ گنجائش ملے کہ احادیث رفع کو احادیث ترک پر ترجیح دینے کیلئے آمادہ ہوں مگر اس صورت میں حنفی متبع حدیث ہونگے اور آپ اپنی رائے کی تابع اور اتنی بات آپ بھی جانتے ہی ہونگے کہ احادیث ترک رفع بہرحال آپکی رائے نارسا اور اجتہاد نارو۱ کہیں بہتر ہیں۔

جواب سوال دوم - آپ ہمسے اخفاء آمین میں احادیث صحیحہ متفق علیہا کے طالب ہیں جو نص صریح بھی ہوں ہم آپ سے نص صریح حدیث دوام جہر کے طالب ہیں اگر ہوں تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لیجائیے ورنہ پھر منہ نہ دکھلائیے اور اگر زیادہ وسعت کی طالب ہے تو آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں آپ جہر کا ثبوت دیجئے اور دس کے بدلے بیس لیجئے ورنہ پھر تمہیں فرماؤ متبع حدیث کون رہا ہم یا تم درصورتیکہ احادیث جہر دوام جہر پر دال نہیں اور آخری وقت میں جہر پر کوئی حدیث دلالت نہیں کرتی تو پھر اصل میں بقاء جہر ونسخ جہر دونوں احتمال میں برابر ہوئے اس لیئے احادیث جہر امر اخفا وترک جہر کے معارض نہوئیں بلکہ بقا ونسخ دونوں سے ساکت نکلیں اور احادیث امر اخفا وترک کا کوئی معارض نہیں اس لیئے انپر عمل واجب نہیں تو اولیٰ تو ضرور ہوگا اس لیے حنفی متبع حدیث ہونگے اور آپ تابع نارسا مشابہ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

جواب سوال سوم - آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جو زیر ناف ہاتھ باندھنے پر بطور نص دلالت کریں اور پھر صحیح بھی ہوں کیسی متفق علیہ ہم آپ سے ان احادیث کے طالب ہیں جن سے توسع اور تعمیم نکلتی ہو یا سوا زیر ناف کے کسی خاص مقام پر دوام ہو اگر ہوں تو لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ پھر زبان نہ ہلائیے بلکہ باز آئیے اور سمجھ جائیے حنفیوں کی بات بے ٹھکانے نہیں اور اگر آپکو ابوداؤد وغیرہ کے کسی خاص نسخہ پر نظر تو بعد تسلیم صحت و اتفاق صحت جو آپکے ہاں عمل کیلئے شرط نکالی گئی ہے اس بات

کو اول ثابت فرمائیے کہ وہ نسخہ احادیث زیر ناف ہاتھ باندھنے کی نسبت کیونکر معارض ہے جو متروک سمجھا ئیں
جواب سوال چہارم۔ آپ ہم سے اُن احادیث کے طالب ہیں جن سے مقتدیوں کو ممانعت قرأۃ
ثابت ہو ہم آپ سے اس حدیث کے طالب ہیں جس سے خاص مقتدیوں کو امر وجوب قرأت بطور
نص نکلتا ہو اور پھر وہ حدیث صحیح بھی ہو اور صحیح بھی کیسی متفق علیہ بھی ہو اگر ہو تو لائیے اور دستی نہیں
بھیج دیجئے یہ حدیث عبادہؓ جو ترمذی شریف میں موجود ہے اسکی طرف توجہ نفرمائیگا اول تو وہ
صحیح نہیں اگر کسی نے صحیح بھی کہدیا تو اس سے اتفاق ثابت نہیں ہو سکتا جو آپکی شرائط مقبولہ میں
سے ہے علاوہ بریں آپ حدیث مانگتے ہیں ہم اول تو قرآن کی آیت عرض کرتے ہیں۔ واذا قرئ القرآن
فاستمعوا له وانصتوا۔ اور پھر یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ وہ دلیل ہے کہ جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی مان گئے جو تمام جہان میں ایجاد قرأت علی المقتدی میں ممتاز
ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب تو تتبع سکتات امام کی تکلیف دیتے ہیں اور ایک صاحب فاتحہ
اور سورۃ میں ایک سکتہ طویلہ نکالتے ہیں اگر مخالفت آیت کا کھٹکا نہ تھا تو پھر ماخذ وجوب قرأت
فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی مطلق او عام تھا اس تجویز غیر مروی کی کیا ضرورت تھی اب آپکی خدمت میں
یہ گذارش ہے کہ یا تو آپ کسی حدیث صحیح متفق علیٰ صحتہا سے جہوڑ ضعیف ہی سے سکتہ طویلہ ثابت فرماؤ
اور دستی نہیں بھیج دیں یا تتبع سکتات امام ہی کسی روایت مرفوع سے ثابت فرمائیں صحیح نہو
ضعیف ہی روایت سہی پر اتنا تو ہو کہ اجتہاد صحابی کا احتمال نرہے پھر ہم سے دستی نہیں بھیج لیجئے ورنہ پھر
عدم تعمیل آیت کا فکر کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ اول تو حدیث صحیح غیر متواتر وجوب عمل میں ہمسنگ قرآن نہیں
ہو سکتی اور بالفرض بفرض محال ہو بھی تو آپ اگر متبع حدیث ہونگے تو ہم متبع قرآن ہیں۔
بیبین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اسکے بعد اگر آپ آیت میں کچھ تخصیص کریں گے تو ہم حدیث
میں تاویل کریں گا اور بروقت مواذنہ آپکو انشاء اللہ تعالےٰ معلوم ہو جاویگا کہ کسکی بات غالب ہے
باقی رہیں اور احادیث اور سوا انکے اور دلائل اور اتفاق جم غفیر انکی ابھی ہم بھی پیش نہیں کرتی یا سباقی
صحبت باقی۔
جواب سوال پنجم۔ آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں ہم آپسے وجوب اتباع محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم و وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں گر ایک اُن میں دوسرے کیلئے وجوب
اتباع کی سند ہے تو پھر اسکے وجوب اتباع کی کیا سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع
ہونا کہاں سے ثابت ہوا اور قرآن شریف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن شریف

کا واجب الاتباع ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا بجز اسکے کہ آپ آپنے آپکو یا اپنے اقران و امثال کو مہبط وحی آسمانی قرار دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو رلا ملا دیں اور کوئی تدبیر نہیں مگر ہم جیسے بادا باد آپ ایسی ہی سند غیر معتبر لائیں اور دش نہیں بلیس لیجائیں ورنہ پھر ہماری طرف سے یہ گذارش ہی کہ آپ جس موطن سے سند وجوب اتباع نبوی و قرآنی نکالکر لا دیں گے اسی موطن سے ہم سند وجوب اتباع امام نکال کر دکھلائیں گے۔

جواب سوال ششم۔ ظہر کے وقت میں اور عصر کے وقت میں صاحبین کا تو وہی مذہب ہے جو اور اماموں کا مذہب ہی اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اُسیپر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وغیرہ میں عمل ہے مگر ظاہر الروایات میں امام سے یہ روایت ہی کہ ظہر مثلین پر ختم ہوتا ہے اور عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے خیر ہمکو تو بوجہ بے تعصبی کسی بات پر اصرار نہیں مگر جب آپ بیوجہ لڑنیکو تیار ہیں تو بے جواب دئے رہا ہی نہیں جاتا سنئیے موطا امام مالک میں بروایت امام محمد اور بروایت یحیٰ ابن یحیٰ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے جسمیں لفظ صلّ الظہر اذا کان ظلک مثلک و العصر اذا کان ظلک مثلیک موجود ہے یہ روایت ہر چند موقوف ہے لیکن بات ایسی ہے جسمیں رائے صحابی کو مداخلت ممکن نہیں اسلیئے خواہمخواہ بالمعنی مرفوع کہنا پڑیگا اور چونکہ اس باب میں جہاں مثل مثلین آتا ہے وہاں علاوہ فی الزوال مثل و مثلین لیا جاتا ہی تو یہاں بھی یہی کرنا پڑیگا ورنہ سخت ناانصافی ہے اس صورت میں آپ ہی فرماویں کہ ظہر کی نماز حسب ارشاد حدیث بعد مثل واقع ہو گی یا قبل مثل مگر جب وقت ظہر بعد المثل باقی ہے تو لاجرم شروع عصر بعد المثلین ہو گا کیا عجب ہے کہ اوقات میں آخر کار تغیر و تبدل واقع ہوا ہو ظہر کا وقت مثل سے منسوخ ہو کر مثلین تک پہونچگیا ہو اور یہ زیادتی عصر میں باعث نقصان ہوئی ہو اس لیے مقتضائے احتیاط و تقوی تو یہ ہے کہ تا مقدور ظہر مثل سے پہلے پہلے پڑھ لیا جاوے اور اگر اتفاقاً بشریت ہی قبل مثل اتفاق نہوا ہو تو پھر مثلین ہی سے پہلے پڑھے اور عصر ہمیشہ بعد مثلین کے پڑھا کرے اور بظاہر منشا ظاہر الروایات یہی ہی اور غور کیجیئے تو یہ بات دور از عقل نہیں کیونکہ احادیث اوقات محکم نہیں جسمیں احتمال نسخ نہو پھر اسپر روایت مشار الیہا موجود جو نسخ کی جانب مشیر ہے تعارض ہوتا تو ہم انہیں احادیث کو ترجیح دیتے جن سے مثل کو حد فاصل بین الوقتین بنایا ہے مگر جب تک اختلاف وقت ممکن ہو تو دعوے تعارض کیونکر ثابت ہو سکتا اسلیے یہ عرض ہی کہ جب ترجیح احادیث مشار الیہ کی کوئی صورت نہیں تو پھر ان احادیث پر عمل کرنیسے کیا انکار ہے کیا آپکی رائے سے بھی یہ حدیثیں گئی گذریں اتباع سنت و احتیاط دونوں حاصل انکو یک لخت

چھوڑدیجئے تو پھر عدم ادائے فرائض کا کھٹکا سر پر۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح ہو جو در بارۂ دوام ادار صلوٰۃ عصر قبل المثلین نص صریح ہو یا فقط آخری وقت ہی میں ادار صلوٰۃ عصر قبل المثلین پر نص صریح ہو اور پھر صحت میں متفق علیہ بھی ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے پر اتنا یاد رکھیے کہ نص و غیر نص کا سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں سوچ سمجھکر کام کیجیے ورنہ ایسا نہو مصرعہ میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

جواب سوال ہفتم۔ تساوی ایمان کے اگر یہ معنی ہیں کہ شدت و ضعف و قوت میں برابر ہو تو آپ ہی فرمائیں کہ کون کہتا ہے اور اس کی کیا سند ہے اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ اس تہمت بے اصل سے باز آئیے کچھ تو خدا سے شرمائیے اور اگر یہ مطلب ہے کہ جن باتوں پر انبیاد اور ملائک کو ایمان ہے انھیں باتوں پر عوام کو بھی ایمان ہے اس باب میں عوام انھیں کے قدم بقدم ہیں تو پھر سوا آپ کے اس کا منکر ہی کون ہوگا اگر حنفیوں میں سے اس کا کوئی منکر ہو تو بتلائیے اور سند دکھلائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ تہمت بیجا سے باز آئیے کچھ تو خدا سے شرمائیے زیادہ کیا عرض کروں اگر یوں کہوں کہ ایمان بمقولہ کیف سے ہے اور کیف قابل قسمت و نسبت بذات خود نہیں ہوتا جو کمی بیشی اور مساوات کا امکان ہو تو آپ بوجہ آیات و احادیث مشعرہ زیادت کو پیش کر کے اوقات خراب کر گئیے حالانکہ ان آیات و احادیث میں جہاں زیادتی پر دلالت ہے وہاں یہ بھی دلالت ہے کہ وہ زیادتی باعتبار تزاید احکام و اخبار تھی جو اس وقت بوجہ تجدد و نزول وحی ہوتی رہتی تھی اور اب کسی طرح متصور نہیں باعتبار اصل ایمان نہ تھی یہ میری گذارش ان صاحبوں کی خدمت میں ہے جو اس مسلک سے بھی واقف ہیں اور فہم انصاف بھی رکھتے ہیں ورنہ اُن صاحبوں کی خدمت کے لیے جیسے اکثر غیر مقلدین ہوئے ہیں وہ اول ہی مضمون کافی ہے وہ صاحب اس مضمون کے جواب کی تکلیف نہ اٹھاویں مفت حیران ہوں گے اور کچھ کام نہ چلے گا۔

جواب سوال ہشتم۔ قبل از جواب دو ایک بات سن لیجئے اور خدا کے لئے ذرا انصاف کیجئے ایسی علت ملک جس سے اس کا معلول مختلف ہے نہو سکے بدلائل عقل و نقل وہ قبضہ ہے حدوث ملک اول اسی سے ہوتا ہے اس کے بعد کہیں بیع و شرا کی نوبت آتی ہے بیع قبل القبض کا ممنوع ہونا بھی اسی بات پر دلیل کامل ہے کہ قبضہ علت ملک ہے اور ادھر مہاجرین کو خدا کا فقرہ کہنا حالانکہ اکثر صاحب بہت کچھ چھوڑ گئے تھے وہ بارون اس کے متصور نہیں کہ علت ملک قبضہ ہے اس کے اٹھ جانے سے ملک گئی تو وہ . . فقراء کہلائے اور وارث گو ظاہر پرستوں کی نظر میں قبل القبض مالک ہو جاتا ہے مگر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وارث قایم مقام مورث ہو جاتا ہے اور بحکم

یوصیکم اللہ خدا کی طرف سے یہ تبدیلی ہوتی ہے تو یہ بات خود واجب التسلیم ہو جاتی ہے کہ جیسی درصورت تبدیلی اجسام کے بجائے دیگرے فوقیت وتحتیت جو جسم اول کو بہ نسبت فرش وسقف حاصل تھی بعینہ جسم ثانی کی طرف عائد ہو جاتی ہے ایسے ہی اس صورت میں قبضہ مورث بعینہ اس کی طرف خود عائد ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ مثل بیع وشرا کے دوسروں کے مال کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے مال کے قایم مقام کر لیتا ہے یہ فرق بشرط فہم اس بات کو مقتضی ہے کہ یہاں تازہ قبضہ چاہیئے اور وہاں وہی قبضۂ مورث اس کی طرف آجاتا ہے اس وقت اتنی ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں اگر آپ صاحب فہم وفراست ہیں تو اتنی بات سے اصلی بات کو سمجھ جاویں گے ورنہ آپ جو کچھ اعتراض فرماویں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالےٰ جواب دینے کو حاضر ہیں دوسری بات یہ ہے کہ زن منکوحہ کی نسبت تو حنفیوں کا یہ قول ہی نہیں کہ قضاء قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے اگر سچ ہے تو سند لائیے اور دس نہیں بیس لیجئیے ورنہ اس افترا اور بہتان کے انجام کا فکر فرمائیے مگر ہاں شاید آپ عذر قلت تدبر یا سوء حفظ پیش کر کے یہ فرمائیں کہ منکوحہ نہ سہی غیر منکوحہ کا بھی اس طرح ملک میں آجانا قرین قیاس نہیں اس لئے یہ عرض ہے کہ جیسے بشہادت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ما فی الارض قابل ملک بنی آدم ہیں ایسے ہی بدلالت خلق لکم من انفسکم ازواجاً وغیرہ عورتیں قابل ملک شوہر ہیں یہاں بھی وہی قبضہ ہوگا تو ملک ہوگی نہیں تو نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ عقد نکاح کو بیع نہ کہیئے تو اجارہ کہنا پڑے گا مگر اجارہ کہیئے تو اس کی بطلان کیلئے یہی کافی ہے کہ نہ اجل معلوم نہ کار محدود پھر جائز ہو تو کیونکر ہو اگر اجارہ ہوتا تو نکاح بطور معروف جائز نہ ہوتا تو متعہ جائز ہوتا اور پھر طلاق یک طرفی اس اعتاق کے مشابہ ہے جو مالک ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور پھر خلع کا مشابہ کتابت ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ یہاں بھی ملک ہی ہوگی جو یہ لین دین ہے چوتھی بات یہ ہے کہ جس قدر روح اپنے بدن پر قابض ہے اس قدر اور کوئی کسی چیز پر قابض نہیں اسی کے قبضہ کے بھروسے اور بھی جانداروں سے منتفع ہوتے ہیں روح کا قبضہ نہ ہو تو پھر حیوانوں سے انتفاع محال ہے ادھر ابدان حیوانات میں سے خاص کر انسان کا نافع ہونا اور بمعنی لائق میلان خاطر مال ہونا ایسا ہی ہے کہ اور کسی کا نافع ہونا اور مال ہونا ایسا ظاہر نہیں کیونکہ اور چیزیں حفاظت وترمیم کے باعث نافع اور مال کہلاتی ہیں اس صورت میں ابدان کا مملوک ارواح ہونا بھی مثل ارواح مالک ابدان ہونے کے بدرجہ اتم ہوگا کیونکہ مالک ہونے کے لئے قبضہ اور مملوک ہونے کے لیے مالیت چاہیے جتنے وہ دونوں زیادہ اتنے ہی یہ دونوں زیادہ مگر چونکہ بجز

تو الدکے اور منافع کے حساب سے خود روح اپنے بدن سے منتفع ہوتی ہے تو اس کو اپنے بدن کی بیع
کچھ تو اس وجہ سے ممنوع ہوگی کہ اس میں غیر کو استحقاق تملیک ہی نہیں کیونکہ وہ خاص اُسی کے
لیئے بنا ہے ہاں مافی الارض بدلالت عقل واشارہ خلق لکم مافی الارض سب کے لیئے ہے اس کی بیع
ہو تو کچھ ہرج نہیں۔ نیز اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگی کہ تذلل بنی آدم اصل میں خدا کے لیئے ہوا اور
عزت بنی آدم خاص اسی کا حق ہے یہی وجہ ہے کہ سوال تک غیر سے ممنوع ہوا چہ جائیکہ اس کی
عبادت پھر اس صورت میں بیوجہ اپنے آپ کو کیوں ذلیل کیا اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگی کہ
تسلیم مبیع اور پھر بیع سے استفارع بے اعانت بائع یعنی روح متصور نہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ بیع
اور شرط زاید حدیثوں میں ممنوع ہے ہاں اپنے بدن کے خرید لینے میں البتہ کچھ خرابی نہیں اس
لیئے بدل کتابت دے کر خرید لینا ممنوع نہوا اگر عورت بحساب نفع تو الد جو اس کی خاص غرض ہے
اور موافق ارشاد نساءکم حرث لکم مردوں کے حق میں اس لیئے مطلوب ہیں کہ اپنے بدن سے
منتفع نہیں ہوسکتی یعنی آنکھ ناک سے اپنا کام نکال سکتی ہیں پر اپنے رحم سے خود کامیاب نہیں
ہوسکتی یہ ممکن نہیں کہ مثل مرد خود اپنے آپ سے جماع کرے اور بچے جنوائے اس حساب سے عورت
مثل جمادات ہے جیسے ان کے منافع سے خود ان کو کچھ نفع نہیں ایسا ہی یہاں بھی سمجھ لیجئے
اور ظاہر ہے کہ جمادات میں مملوکیت ہے بدرجۂ اتم ہے کیونکہ مالکیت کا شائبہ بھی نہیں اس لیئے عورت
اپنے رحم کو فروخت کرے تو نہ اس وجہ سے کوئی دقت پیش آتی ہے کہ بنایا تھا خاص اس کے لیئے
مثل مافی الارض جس کی عموم مطلوبیت پر بے تخصیص لکم فرما دینا دلالت کرتا تھا عام نہ تھا پھر
بیع کیوں کر دیا کیونکہ رحم اس کے لیئے ہوتا تو منتفع ہوسکتی بلکہ بدلالت خلق لکم من انفسکم
ازواجاً الخ مردوں کے لیئے اس کا ہونا نکلتا ہے اور نہ اس وجہ سے کچھ دشواری پیش آتی ہے
کہ بیع میں اپنی توہین لازم آتی ہے کیونکہ مرتبہ اصلی میں کمی آئی تو توہین لازم آتی جب عورتیں
خود مردوں کے لیئے مخلوق ہوئیں تو پھر کیا توہین ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی دشواری ہے کہ بیع
میں اپنی اعانت شرط ہوگی جس سے بیع اور شرط کا اجتماع لازم آئیگا جو بالیقین ممنوع ہے کیونکہ
عورتیں جب مردوں کے لیئے مخلوق ہوئیں تو پھر اس حساب سے جیسے جانوروں کی ارواح سے کام لینا
ممنوع نہیں عورتوں کی ارواح سے بھی ان کاموں کا لینا ممنوع نہ ہوگا جس کے لیئے وہ بنائی
گئی الغرض شرط اس امر کی ممنوع ہوتی ہے جس کا پہلے سے استحقاق نہیں ہوتا کیونکہ اس
صورت میں ربوٰ لازم آتا ہے اور جس کا استحقاق ہوتا ہے اس کا شرط کرنا ہی فضول ہوتا ہے

جیسے بیع میں قبضہ کی شرط کر لیجاوے تو ایضاح مبہم ہوتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ بات ہے کہ اگر عورت و مرد میں تساوی نوعی نہوتی تو تسفل صنفی جس پر آیت خلق لکم من انفسکم ازواجا دلالت کرتی ہے خود اس بات کو مقتضی تھا کہ مثل حیوانات قبضہ کافی ہو جاوے اور بیع کی حاجت نہ پڑے مگر یہ تساوی نوعی جس کا بقاء تا بقاء ایمان ہے مانع عروض ملک تھا شرح اس معمہ کی یہ ہے منفعت توالد تو مرتبہ صنفی سے متعلق ہے اور منافع باقیہ مثل منفعت چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضاء مرتبہ نوعی سے متعلق ہیں اور یہ دونوں مرتبہ باہم ایسے مخلوط ہے کہ تقسیم کی کوئی صورت نہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ جسم نسوانی جس سے منافع متعلق ہیں اصل میں ان کا مقبوض ہے جس سے ان کا مالک ہونا ظاہر و باہر ہے رہی یہ بات کہ خود عورتیں اپنے رحم سے اور فرج سے منتفع ہو نہیں سکتیں اس سے دربارۂ ملک اعضاء تناسل کچھ حرج نہیں ہو سکتا ورنہ یہ معنی ہوں کہ خداوند غنی عن العالمین کسی چیز کا بھی مالک نہیں اس لئے بعد تحقیق قبضۂ تام مالکیت نساء اور مملوکیت اعضاء تناسل کا اقرار لازم ہے اور پھر بوجہ ارشاد خلق لکم من انفسکم ازواجا اور نیز بدلالت انتفاع مرد بطور فاعلیت مردوں کا بہ نسبت زنان بحیثیت منفعت مذکورہ مالک ہو سکنا ممکن ہوا اور عورتوں کا بہ نسبت مردوں کے بحیثیت مذکورہ مالک ہونا ممکن نہ ہوا کیونکہ عروض ملک علو مرتبۂ مالک اور تسفل مرتبۂ مملوک کا خواستگار ہے تعاکس مراتب میں یہ بات متصور نہیں اس لئے بیع کی ضرورت پڑی اور مہر ثمن میں مقرر ہوا ہاں تقسیم ممکن ہوتی تو یہ بھی متصور تھا پر کیا کیجئے یہ مشاع بے تقسیم صحیح نہ تھا باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے ہبہ کا جواز بایں معنی ہے کہ آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب نہ تھا اور یہ مراعات نکاح و شرائط نکاح اور بات پر مبنی تھی بالجملہ تا بقاء ایمان انتفاع منافع نکاح کیلئے بیع کی ضرورت ہے ہاں درصورت زوال ایمان بحکم اولٰئک کالانعام بل ھم اضل انسان مرتبہ نوعی سے گر کر زمرۂ انعام میں داخل ہو جائے گا اور مثل انعام بجبر و قبضۂ تام ملک میں آجائے گا اور کیوں نہو بدلالت۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت بنی آدم کے حق میں اصل فطرت اور مقتضائے طبعی ہو گی کیونکہ جیسے آنکھ دیکھنے کیلئے بنی اور کان سننے کیلئے آگ جلانیکے ہے اور پانی بجھانے کیلئے اور یہ اعراض ان انسیاء کے حق میں مقتضاء طبعی ہیں

ے یعنی بیبیوں کے حق میں برابری

ایسے ہی یہاں بھی چاہیئے آدمی عبادت کے لیے بنا ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں مقتضائے طبعی ہوگی مگر یہ ہے تو پھر عبادت اسکے حق میں خاصہ سمجھی جائیگی کیونکہ امور طبعیہ منجملہ خواص اشیاء ہوا کرتے ہیں اس صورت میں اگر بالفرض عبادت مذکورہ یعنی اطاعت و انقیاد مفقود ہو جائے گویا توبوجہ انقلاب ماہیت وہ اس نوع ہی سے نہ رہا یا یوں کہو کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس نوع سے ہی نہ تھا اتحاد شکل و صورت اس صورت میں اتحاد عرض عام و اشتراک عرض عام ہوگا او جب نوع انسانی نہیں تو پھر کافر کو اعلیٰ درجہ میں سمجھنا تو حیوانوں ہی کا کام ہے نیچے ہی اتارنا پڑے گا جس سے اولئک کالانعام کا مطابق عقل ہونا بھی ثابت ہو جائے گا بالجملہ بوجہ اجتماع تساوی نوعی و تسفل صنفی دونوں جہتیں اکھٹی ہو گئیں خود مختاری بھی جس کا نتیجہ مالکیت ہے اور بے اختیاری بھی جس کا نتیجہ مملوکیت ہے اس لیے بیچ بیچ کی بات نکل آئی سو من وجہٍ مالک اور من وجہٍ قابل ملک کہنا پڑیگا اور بیع کے بعد زوج کی مالکیت اور اس کی مملوکیت کا اقرار لازم ہوگا غرض نکاح میں مالکیت اور مملوکیت ہوتی ہے اجارہ نہیں ہوتا مگر ہاں کوئی کہے تو یہ کہے کہ بیع ہوتی تو اٰتوھن اجورھن نہ فرماتے اور شوہر کو اختیار بیع ہوا کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اجور سے اگر اجارہ ہونا ثابت ہوتا تو لفظ اجرٌ عظیم اور اجرٌ کریم سے جو اہل ایمان کی شان میں وارد ہے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خدا اور بندہ کے درمیان میں عقد اجارہ ہے اور معتزلہ وغیرہ قائلان وجوب عدل و ضرورت عطاء اجر سچے ہیں اہل سنت جھوٹے ہیں۔ مگر مجھے آپ سے ہنوز اتنی بے اعتقادی نہیں کہ ائمہ .... فقہ کا اتباع اور ان کی تقلید بھی چھوڑ دیں گے ورنہ اول سے قصہ کو فیصل کرتا چلتا اور ممانعت بیع سے یہ لازم نہیں کہ ملک نہوا کرے حدیث تفریق والدہ اور والد سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ملک ہوتی ہے اور بیع ممنوع ہوتی ہے رہی یہ بات کہ ممانعت کس درجہ کی ہے آیا بیع مفید ملک ہی نہوگی یا ہوگی .... اس کی تحقیق ہر چند اس وقت دشوار ہے لیکن آپکی خاطر بھی عزیز ہے سنیئے وجہ حرمت تعدد ازدواج زوجہ کے حق میں ایک وقت میں فقط یہ ہے کہ جب زوجہ بمنزلہ زمین پیداوار اولاد ٹھری تو پھر اگر مزارع متعدد ہوں گے تو زرع یعنی ولد بھی مشترک ہونگے مگر گیہوں وغیرہ پیداوار خاک کو تو بوجہ تشابہ اجزاء بے کھٹکے تقسیم کر سکتے ہیں اولاد کو جو پیداوار زن ہے تقسیم کریں گے تو کیونکر تقسیم کریں گے ایک بچہ ہوگا تو پارہ پارہ نہیں کر سکتے متعدد ہوں تو بوجہ اختلاف صورت و سیرت ہموازنہ متصور نہیں پھر ارتفاع نزاع ہو تو کیوں کر ہو اس صورت میں اگر بیع کی اجازت ہو تو بحکم ملک جیسے آن سابق تک بائع کو اختیار تصرف جماع تھا ایسے ہی آن

لاحق میں مشتری کو اختیار تصرف جماع ہوگا اور اس جہ سے احتمال اختلاف نطفہ در اشترک فی الولد پیش ہوگا جس سے ممانعت بیع آپ ثابت ہو جائے گی القصہ بیع کو لازم ہے کہ امکان قبضہ موجود ہو اور یہاں قبضہ مشتری کی کوئی صورت نہیں بائع کا قبضہ اٹھے تو مشتری کا قبضہ موجود ہو مگر جب تک احتمال استقرار نطفہ بائع ہے تب تک خلو مبیع و تسلیم کہاں ہے جو قبضہ مشتری سمجھا جاوے اور جب قبضہ نہوگا تو افادہ ملک بھی متصور نہیں۔ رہی حالت حیض و نفاس اس وقت ممانعت جماع بائع کی طرف سے نہیں اور حالت استبرا کی ممانعت بوجہ بقاء ملک شوہر نہیں کیونکہ بمقابلہ اہل اسلام کفار کا قبضہ بحکم آیت اولئک کالانعام بمنزلہ قبضہ انعام ہے فقط اپنے نسب کی حفاظت اور نسب غیر کی صیانت ہے جس کے اتلاف اور اپنی طرف پھیر لینے کا اس کو اختیار نہیں اگر اختیار ہے تو والدہ اور والد کے مالک بنجانے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ اور قسم کے تصرفات اور استخدام سے ممانعت نہیں اگر وجوب استبراء بوجہ بقاء ملک شوہر سابق ہوتا تو ملک یمین پیدا نہوتی اور استخدام جائز نہوتا علاوہ بریں عورت بدلالت حرث لکم فقط بحیثیت توالد مملوک ہوسکتی ہے جو فقط فرج اور رحم سے متعلق بحیثیت سمع و بصر وغیرہ کمالات بشری مملوک نہیں ہوتی اور اس لیئے بدن زوجہ فی مابین زوج و زوجہ مشترک ہوگا اور تسلیم مبیع بے تسلیم جملہ بدن متصور نہیں اس صورت میں تصرف فی حق الغیر بے رضا غیر لازم آئے گا اس وجہ سے اس بیع کو بوجہ لزوم نزاع بیع غرر بھی کہنا پڑے گا اور بھی وجوہ مانع جواز متعہ و ہبہ و اجارہ ہیں چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے گو ابتداء اسلام میں بوجہ ضرورت باوجود حرمت اصلی چند روز اسی طرح جائز رہا جیسے سفر و مرض میں افطار صیام رمضان جائز ہو جاتا ہے اتنا فرق ہے کہ ضرورت جواز افطار عالم میں ہوتی رہتی ہے اور ضرورت جواز متعہ وقت شوکت اسلام سے بالکل گئی گذری مگر یہ ہے تو زن منکوحہ میں تھا۔ قاضی سے کیا ہوسکتا ہے اگر ملک زن منکوحہ قابل انتقال الی الغیر ہوتی ہے تو بیع و ہبہ و اجارہ ہی میں کیا خرابی تھی البتہ زن غیر منکوحہ قابل ملک ہے ملک تن ان شوہر کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اس صورت میں قضاء قاضی موجب انتقال ملک ہو سکتی ہے کیونکہ علت ملک قبضہ تامہ ہے سو بعد قضا ایسا قبضہ مستحکم حاصل ہوتا ہے کہ اور طرح ایسا قبضہ میسر نہیں ہو سکتا پھر ملک ہو اس کے کیا معنی بالجملہ وجہ ممانعت بیع عدم الملک نہیں ہے موانع خارجیہ ہیں جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سنیئے کہ اصل مقصود نکاح سے ملک ہوتی خود نکاح مقصود نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ملک بے نکاح حاصل ہو جائے جیسے ملک یمین میں ہوتا ہے تو پھر نکاح کی حاجت

نہیں رہتی اور احکام نکاح مثل حدث وطی وغیرہ سب جائز ہوجاتے ہیں اس صورت میں اگر کسی اور صورت سے ملک حاصل ہوجائے تو وہ احکام کیونکر حاصل نہوں گے قاضی اگر کسی غیر کو دلادے تو پھر امید عود کسی طرح نہیں کیونکہ اوروں کے ظلم سے نجات اسکی حمایت سے تھی وہ خود دوسروں کا حامی ہوجائے تو پھر کون دلوائے اس صورت میں علت ملک یعنی قبضہ مذکور بجمیع الوجوہ جاتا رہتا ہے یعنی نہ اپنا قبضہ رہتا ہے نہ اپنے وکیل کا قبضہ رہتا ہے - اپنا قبضہ تو ظاہر کہ نہیں رہا وکیل کا قبضہ اسکی صورت یہ ہے کہ حاکم من وجہ نائب خدا ہے چنانچہ - اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اسپر شاہد ہے اور من وجہ نائب رعیت ہوتا ہے حفظ اموال رعایا وغیرہ اس کی دلیل ہے اس لیئے سرقہ وغصب وغیرہ میں باوجود ارتفاع قبضہ ملک باقی رہتی ہے کیونکہ ہنوز وکیل عام حاکم کا قبضہ باقی ہے ورنہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ ملک نہیں کیونکہ اول ملک اسی سے پیدا ہوتی ہے بیع شرار وغیرہ اسباب وعلل تبدل ملک ہیں علت حدوث ملک نہیں اور جو چیز علت حدوث بمعنی موقوف علیہ ہوتی ہے وہی علت بقار ہوتی ہے چنانچہ دھوپ کے مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے غرض جو چیز کسی چیز کے حق میں واسطہ فی عروض ہوگی اس کے حدوث کے لیئے اس کا ہونا ضرور ہے اور جو شے کسی شے کی حدوث کے لیئے ضرور ہوئی تو اس کے بقار کے لیئے بھی اس کا ہونا ضرور ہے کیونکہ واسطہ فی العروض سے کسی حالت میں استغنا ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ حدوث ملک بے قبضہ متصور نہیں تو بقا بھی بے قبضہ ممکن نہیں غرض جیسی حرکت جالسان کشتی کے لیئے حدوث وبقار میں حرکت کشتی ضرور ہے ایسے ہی حدوث وبقار ملک کے لیئے قبضہ ضرور ہے خدا کا مالک الملک ہونا بھی اسی قبضہ کا ثمرہ ہے چنانچہ بیدہ الملک اور بیدہ ملکوت کل شئ - وغیرہ اشارات اس پر شاہد ہیں کہ تمام ملک اس کے قبضہ میں ہے پھر اس کے بعد وھو علی کل شئ قدیر وغیرہ کا فرمانا اسپر شاہد ہے کہ تصرف مالکانہ جو حاصل قدرت ہے اس کے اس قبضہ مشار الیہ کا ثمرہ ہے کہ اس صورت میں اگر قبضہ اٹھ گیا تو پھر ملک بھی ملک عدم کو پرواز کرجائے گی مگر جس صورت میں نہ اپنا قبضہ نہ کسی اپنے وکیل کا قبضہ ہے تو پھر ملک کیونکر باقی رہ سکتا ہے جس کا قبضہ ہوگا اسی کی ملک بھی ہوگی خاصکر جب یہ بلحاظ کیا جاوے کہ وکیل و نائب خداوندی نے اس غیر کو دلوادیا کیونکر اس صورت میں اس کے ملک کے لیئے اہل فہم کے نزدیک اور بھی استحکام ہوجائے گا اس لیئے درصورت مرقومہ وجہ

خوامخواہ اس کے ملک سے خارج کہنا پڑے گا اور غیر کی ملک میں داخل کہنا پڑے گا اور بہت سے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ ملک جو اثر و نتیجہ نکاح تھا نکاح سے عام رہا سو یہ بات اول تو یوں مسلم کہ رقیت میں بھی موجود دوسرے آثار کا موثر سے عام ہونا معقول اور منقول میں مسلم ہاں موثر اصلی سے عام نہ کہیئے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ موثر اصلی وہ قبضۂ تامہ ہے ہاں یہ مسلم کہ طریقہ حصول ملک معصیت ہے اس لئے اس کا گناہ سر پر رہے گا اور کیوں نہو ایسے افعال کے مرتکب کی شناعت میں کچھ شک نہیں مگر یہ اور بات ہے اور حصول ملک اور عدم جواز اطلاق زنا وغیرہ اور بات ہے اُن احادیث میں جن میں قطعۃ من النار فرماکر ایسے ارتکاب سے زجر فرمایا ہے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام بُرا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ملک نہیں ہوجاتی بالجملہ جیسے زنا کی برائی ولدالزنا کی برائی کا باعث ہے پر آدمیت اور ایمان وغیرہ اور امور حسنہ کی صحت کو منافی نہیں گو طریق حصول ولدالزنا ہی ہے ایسی ہی مکروفریب وجعل دروغ کی برائی کا . . . . .

باعث ہے پر اس وقائع کے خارج از قسم زنا اور موجب اتصال نسب ہونے کو منافی نہیں گو طریق حصول وقائع مکروفریب وجعل دروغ ہو۔ اب گذارش یہ ہے کہ ہم نے مقدمات مذکورہ کے لیئے قرآن وحدیث کو سند میں پیش کیا ہے اب ان مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی ضد ونقیض ہی کو قرآن وحدیث سے ثابت کردیں ہم دس نہیں بیس دیں گے پر ایسی ہی سندلیں گے اور ایسا ہی استدلال ورنہ پیش کرنے والوں کے منہ پر مارنے کی قابل ہو تو پھر گستاخی معاف ؛

جواب سوال نہم ۔ بدلالت ولاتنکحوا جو قبل آیت تحریم واقع ہے اور نیز بدلالت واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم یہ بات ظاہر ہے کہ مورد تحریم آیت حرمت میں نکاح ہے جماع نہیں اور جو بحکم نہی افعال اختیاریہ پر واقع ہوا کرتی ہے تو نکاح کا محرمات سے منعقد ہوسکنا ممکن الوقوع ہوگا ورنہ پھر نہی کس مصرف کے لئے اور کس مرض کی دوا ہوگی علاوہ بریں نکاح کی علت فاعلہ موجود علت قابلہ موجود تراضی ممکن پھر نکاح نہ ہوسکنے کے کیا معنی علت فاعلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا کہ ہر قادر علی الجماع ہے اور علت قابلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ عورت محل پیدا وار غرض جو باتیں اور عورتوں سے متصور ہیں یا اور مردوں سے متصور ہیں وہی باتیں مردوں کو اپنے محارم سے متصور ہیں

اور ظاہر ہے کہ اصل مقصود نکاح جو بدلالت نساءکم حرث لکم اولاد ہے بایں وجہ کہ تنی
ہی بات پر موقوف ہے محارم سے بھی متوقع پھر ممانعت ہوگی تو اصل نکاح ہی کی
ہوگی اس لیئے لاتنکحو فرمایا لاتجامعوا یا لاتقربوا نہ فرمایا اور باوجود امکان ارادہ معنی
حقیقی معنی مجازی مراد لینا صریح ناانصافی ہے ہاں اگر ضروریات یا تحقیق نکاح
جن کی تعین و تعداد در ماہیت مقصود اصلی خود گواہ ہے ممکن الاجتماع نہوتی یا موجود
ہی نہ ہوتی تو یہ بھی ممکن تھا کہ بطور مشاکلت اس نکاح کو نکاح کہدیا ہو جیسے بیع
مالیس عند البائع یا بیع میتہ و دم کو جو مال شرعی نہیں بوجہ مفقود ہونے مبیع کے
جو ضروریات بیع میں سے ہے حقیقی بیع نہیں کہہ سکتے فقط بطور مشاکلت بیع کہدیتے ہیں
اور حاصل ممانعت غرض بیع یعنی تصرف ہوتا ہے خود بیع نہیں ہوتی بالجملہ بوجہ فراہمی
تمام سامان بیع و شرا جیسے اکثر بیوع کو بیع حقیقی سمجھتے ہیں ایسی ہی نکاح محرمات
کو بوجہ مذکور نکاح حقیقی سمجھیئے یہ نہیں کہ مجازاً نکاح کہدیا واقع میں نکاح نہیں
ہاں جیسے بوجہ مفاسد معلومہ قتل اہل ایمان کی ممانعت ہے اور قتل کفار کی ممانعت
نہیں کیونکہ وہاں وہ مفاسد نہیں حالانکہ اطلاق قتل دونوں جانب بطور حقیقت
موجود ہے ایسے ہی بوجہ بعض مفاسد نکاح محارم ممنوع رہا اور نکاح اجنبیات جائز
رہا گو باعتبار اصل اطلاق نکاح دونوں جگہ حقیقی ہے مجازی نہیں لیکن نکاح حقیقی
ہوگا تو آثار نکاح بھی ایسی طرح متفرع ہوجائیں گے جیسے قتل حقیقی پر آثار قتل متفرع
ہوتے ہیں یعنی جیسے درد الم و انزہاق روح دونوں جا برابر قتل جائز ہو یا ناجائز ایسے
ہی انتفاء زنا در صورت نکاح دونوں جا برابر ہوگا نکاح جائز ہو یا ناجائز اور
انتفاء زنا ہوا تو پھر احکام زنا مثل اجرا حدود خواہ مخواہ منتفی ہوں گے خاص کر
جب یہ دیکھا جائے کہ منجملہ احکام زنا حدود ادنی بھی شبہ سے مندفع ہوجاتی
ہیں ہاں یہ بات مسلم کہ جیسے قتل ممنوع ہوتا ہے تو آثار قتل پر یعنی درد والم اور
انزہاق روح پر تنہا عذاب ہوتا ہے کہ کیا کہیئے ایسے ہی نکاح ممنوع ہوگا تو آثار
نکاح یعنی جماع وغیرہ پر اتنا کچھ عذاب متفرع ہوگا کہ کیا کہیئے غرض وہ جماع گو از قسم
زنا نہ ہو مگر حرمت میں زنا سے بڑھکر رہے گا کیونکہ غیر محارم سے زنا ہو تو بوجہ
امکان نکاح جائز اس کی علت کی امید بھی ہے؛ در خود نکاح ہی حرام ہو تو پھر اس

فعل کی علت کی کوئی صورت نہیں علیٰ ہذا القیاس صورت مرقومہ جواب سوال ہشتم میں
جماع بوجہ حرمت طریق حصول ملک زنا سے بڑھ کر رہے گا اور حلت کی کوئی صورت
نہ ہوگی غایت مافی الباب یہ ہو کہ حرمت وقاع زنا سے عام رہے سو یہ بات بطور
منقول تو یوں مسلم کہ جماع حالت حیض ونفاس میں حرام ہے اور زنا نہیں اور بطور معقول
یوں واجب التسلیم کہ آثار کا مؤثر سے عام ہونا معقولات میں مسلم ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا
ہے اب عرض خدمت مبارک میں یہ ہے کہ ہمنے تو بدلالت عقل ونقل نکاح محرمات کا
نکاح ہونا اور اس وجہ سے اس کا از قسم زنا نہ ہونا ثابت کر دیا اب آپ کسی ضعیف یا قوی
دلیل عقلی نقلی سے اس کا نکاح نہ ہونا اور اس سبب سے اس جماع کا زنا ہونا جو بعد
اس نکاح کے واقع ہو ثابت کیجئے اور دس نہیں بیس لیجئے پر اس بات وثبوت ہونری
بے تکی ژٹل نہو مگر اپنے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ آپ کو جواب تو کچھ نہ آئے گا پر
اپنی خجالت اتارنے کو میرے ذمہ بہانہ تحقیق انعقاد نکاح تہمت جواز نکاح محرمات
لگائیے گا اور میں جانتا ہوں یہی انداز آپ جواب سوال ہشتم میں اختیار فرمائیں گے اور
بہ بہانہ حلت آثار نکاح آپ میرے ذمہ تہمت اجازت دست ستم بر روز نان شوہر دار و غیرہ
لگائیں گے مگر یہ یاد رہے کہ تہمت کا انجام برا ہوتا ہے آخرت مواخدہ دنیا کا مناقشہ
آخر ہم بھی آدمی ہیں اگر خیال آگیا تو بہادا بدست آویز وجزاء سیئة سیئة مثلها
ہم بھی آپ کی تشہیر کے درپے ہوں اور سوال پنجم کے بہانہ سے آپ کے ذمہ پر اس
بات کی تہمت لگائیں کہ آپ کے مشرب کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
کا وجوب بے سند ہے۔

جواب سوال دہم۔ آپ بجائے تحدید دہ دردہ اگر درپے عدم تحدید ہیں اور حجت
حدیث الماء طهور ہے اور وجہ احتجاج یہ ہے کہ الف لام طبیعت یا الف لام استغراق
ہے تو قطع نظر اس سے کہ ہر دعوی کے لیئے دلیل چاہیئے یعنی کیسے معلوم ہوا کہ طبیعت
یا استغراق مراد ہے اس کا کیا جواب ہوگا کہ اس صورت میں حسب رائے ظاہر پرستان
یہ لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ یہ بھی اصل میں پانی ہی ہے اور لا یبولن احدکم
فی الماء الدائم وغیرہ احادیث اس صورت میں معارض ہوں گی اور ظاہر ہے حال
بوجہ توافق عمل در آمد زمان نبوت وصحابہ واتفاق آراء وافہام انہیں کے ساتھ ہوگا

جس سے ان کی قوت مزید ہل من مزید ہو جاوے گی اور اگر مقابلہ تحدید دہ در دہ آپ درپے تحدید قلتین ہیں اور حدیث قلتین آپ کی سند ہے تو اس کا کیا جواب کہ وہ حدیث مضطرب ہے چنانچہ شاہد روایات ابوداؤد سے ظاہر ہے کہ اضطراب آیا تو پھر صحت فقرہ ہوئی آپ کی شرط صحت کہاں سے آئے گی جو آپ کا مطلب ثابت ہو علاوہ بریں حدیث لایبولن احدکم کا تعارض درپیش کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشاب وغیرہ کے پڑنے سے کوئی خرابی آتی ہے جس کا یہ بندوبست ہے سو وہ خرابی بجز نجاست اور کیا ہوگی غایت مافی الباب کسی درجہ میں بوجہ عموم بلوی بطور عفو عن النجاسۃ نہ بوجہ وجود طہارت اجازت استعمال ہو جائے مگر مضمون لایحمل الخبث اور لاینجسہ بظاہر اس کے مخالف اور وہ ان کے مخالف کیونکہ یہاں نفی نجاست مقصود ہے اور وہاں وجود نجاست ثابت ادھر اس بات پر توافق ابرار عام وخاص کہ پانی وقوع نجاست سے نجاست قبول کرتا ہے اور زمانہ نبوت وصحابہ کی کیفیت اس کو موید کیونکہ وہ بھی اسی طرف ناظر ہے کو رقوع نجاست اپنا کام کرتی ہے اثر ظاہر ہو کہ نہ ہو اس لیئے وہ دونوں تو قابل استدلال نہ رہیں اور حدیث لایبولن بوجہ احتیاط واجب العمل ہوئی کیونکہ ایسے مقامات میں بدلالت وجوب طہارت بعد نوم یا حرمت اکل صید واقع فی الماء احتیاط واجب ہوتی ہے اب گذارش یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی سند اس کی ہو کہ حدیث الماء طہور میں طبیعت مراد ہے یا استغراق مراد ہے تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لیجائیے علی ہذا القیاس اگر آپ کے پاس کوئی روایت غیر مضطرب ہو یا مضطرب ہر ایسے مواقع میں عمل کرنے پر دلالت کرتی ہو تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لیجائیے رہے حنفیہ ان کا عذر مطلوب ہے تو سنیئے اول تو بحکم انصاف ہنوز حنفیہ کے ذمہ جواب لازم ہی نہیں جب آپ جواب مطلوب سے فارغ ہو لیں گے اس وقت دیکھی جائے گی مگر بایں ہمہ جواب بیشگی مطلوب ہو تو لیجیئے حدیث الماء پر تو بوجہ مذکور درصورت صورت واستغراق عمل سے معذور کیونکہ بے عہد اس حدیث میں کام[١] نہیں چلتا چنانچہ سیاق وغیرہ بھی شاہد ہیں اور عہد سے اس مقام میں کام[٢] نہیں نکلتا کیونکہ ثبوت عدم تحدید حدیث استغراق وطبیعت پر

[١] یعنی خواہ مخواہ الف لام عہد کا ماننا پڑتا ہی ہے [٢] یعنی جب عہد کو مان لیا تو مفید مدعا مدعی صاحب نہ رہا۔

موقوف ہے اور حدیث قلتین کو بوجہ اضطراب اس مقام میں حجت نہیں بنا سکتے کیونکہ شرائط ادائے فرائض کے لئے ایسی ہی حجت چاہیئے جیسے فرائض کے لیئے ہاں فرق آب قلیل و آب کثیر متفق علیہ اور اس پر یہ مضمون من جملہ محسوسات ہے اس لیئے رائے مبتلی بہ پر رکھنا زیادہ عمدہ نظر آیا کیونکہ ادائے فرائض میں ہر جگہ رائے مبتلیٰ بہ کام آتی ہے ادائے جہاد میں کافر مومن کی تمیز ضرور ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ بات مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑی گئی ہے علیٰ ہذا القیاس ادائے نماز جماعت میں امام کا مومن ہونا لازم ہے اور اس کی تمیز سب جانتے ہیں کہ اسی کی رائے پر منحصر ہے ایسے ہی نکاح وغیرہ میں شوہر وغیرہ کا مومن ہونا مومنات وغیرہا کے حق میں فرض ہے اور ایمان کا پہچاننا سب جانتے ہیں کہ ایک رائے کی بات ہے کیونکہ اصل ایمان امر قلبی ہے القصہ مواضع کثیرہ میں ادائے فرائض بے استعمال رائے متصور نہیں سو امام ابو حنیفہؒ نے جب دیکھا کہ رائے مبتلیٰ بہ اس باب میں حجت کاملہ ہے تو بنا جاری اسی کی رائے پر رکھنا ضروری ہوا اب گذارش خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس مقام میں مشاہدہ اور رائے کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے رہا دہ دردہ کوئی اصل مذہب نہیں ہاں کسی کی یہی رائے ہو تو مضائقہ نہیں سو اتفاق سے اکثر کی رائے اسی طرف گئی اس لیئے یہی مشہور ہو گیا اور وہ عوام جو صاحب رائے نہیں ہوتے ان کے لیئے بہ رائے ایک تکیہ گاہ بے حجت نظر آئی ورنہ اصل وہی ہے جو رائے میں آئی۔

تمت بالخیر والحمد للہ علیٰ ذلک۔

التماس

جواب تو ہو چکے التماس اور یادداشت بھی سن لی جیئے ہم نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھکانے کی بات کہتا ہے تو آپ مضامین شعریہ کہکر ٹال دیتے ہیں اور اس بہانہ سے جواب سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اگر یہی انداز مناظرہ ہے تو اس سے بہتر ہم تدبیر عرض کرتے ہیں آپ بے تکی ہانکا کریں واہیات جاہلانہ سمجھ کر آپ کے حریف آپ چپ ہو رہیں گے کیونکہ جواب جاہلان باشد خموشی اور یہی وجہ ہے جو یہ ارشاد ہوا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما اور غور سے دیکھیئے تو آپ نے پہلے ہی یہ انداز اختیار فرمایا ہے بھلا جس بات کے اوروں سے طالب ہیں اور آپ سے طالب کیوں نہوں گے

پھر آپنے پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہ لی یہ نہ سمجھا کہ ہم اوروں سے حدیث صحیح نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں اور ہم سے طالب ہوں گے تو ہم کہاں سے دیں گے یہ بے تکی بات نہیں تو کیا ہے بحکم مناظرہ اول آپ کو لازم تھا کہ بطالب مشار الیہم کے لیئے احادیث موصوفہ بوصف مذکورہ لائے اس وقت ہمسے اس قسم کی احادیث کی درخواست فرماتے اس لیے ہم نے اپنی احادیث کے مراتب کی تشریح کرنی بیجا سمجھی آپ کچھ کریں گے تو ہم بھی انشاءاللہ کچھ کریں گے مگر عنداللہ آپ جو کچھ کریں فہم و انصاف سے کریں تعصب کو چھوڑیں اور اس نارسائی پر خودرائی سے منہ موڑیں ورنہ مجھکو آپ کی اس ظاہر پرستی اور خودرائی سے یہ اندیشہ ہے کہ آپ متشابہات تک پہونچیں اور ید اللہ فوق ایدیھم اور الرحمٰن علی العرش استوی کے بھروسہ خدا کو نعوذ باللہ مجسم بتانے لگیں اور بقیاس احادیث رفع و عدم رفع احادیث مختلفہ فی باب متعۃ النکاح کو اسپر محمول کریں کبھی یوں ہوا تھا کبھی یوں اس لیئے کبھی یوں کر لینا چاہیئے کبھی یوں ادھر عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا منکر تحریم ہونا حدیثوں میں مرقوم ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنا کام کر چکے کیونکہ ہر چند یہ بات بالخصوص آپ کی نسبت نہیں سنی گئی پر یہ شور تو ایک مدت سے ہے کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے درپے ہیں چونکہ آپ ان سب کے امام ہیں تو یہ کب ہو سکتا ہے کہ یہ شور ادھر ہی ادھر اڑا ہو اور نیز یہ شور بھی ایک مدت سے ہے کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں تامل ہے تو اتنا ہے کہ کاہیکے ہیں چاندی کے یا سونے کے یا کسی اور کے علیٰ ہذا القیاس آپکی اس ظاہر پرستی اور خودرائی سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ بہت سی احادیث کو معارض قرآن سمجھکر پایۂ اعتبار سے ساقط فرمائیں گے کیونکہ گو حدیث صحیح کیوں نہ ہو پر کہیں قرآن کو ملتی ہے اگر حدیث اور روایات و تواریخ سے یہ نسبت قرآن شریف کفار کا ریب و تردد میں ہونا سمجھ میں آتا ہے تو قرآن میں لاریب فیہ فرماتے ہیں جس سے بوجہ وقوع نکرہ فی سیاق النفی بالکل ریب و تردد کا نہونا ثابت ہوتا ہے کسی کے دل میں کیوں نہو مگر ہاں آپکو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ قرآن شریف میں ریب کی نفی ہے احادیث و تواریخ میں یقین بطلان قرآن کا مذکور ہے مگر اسکو کیا کیجیئے کہ بہت سے ضعفاء کو تردد بھی ہو اور پھر نفی لاریب ایسی ہے جیسے نہی لاتقل لہما اف جیسے اس سے بدلالت

النص ضرب و غیرہ کی نہی نکلتی ہی لاریب ہی یقین بطلان کی نفی نکلتی ہے بہر حال لاریب فیہا ریب آپکی نگاہوں میں اکثر احادیث و تواریخ بلکہ مشاہدہ آپکی نسبت موجب ریب ہوگا آگے فرماتے ہیں هدی للمتقین لام اختصاص اس جانب مشیر ہی کہ نہ فاسقوں کو ہدایت ہوگی نہ کافروں کو پھر اسپر ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین اس کے موفق بلکہ اس مضمون میں اس سے بڑھ کر اور اکثر احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ اور اخبار متواترہ ہدایت کفار و فساق پر شاہد سو بوجہ مخالفت مشار الیہ بمقابلہ قرآن و احادیث و اخبار کاہیکو مقبول ہوں گی بلکہ مثل مذہب ہنود کہ غیر دنکے ہنود ہونیکی امید ہی نہیں قطع ہوگی و امید ہدایت کی ہدایت وہ بمقابلہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وہ احادیث جنسے ایک وضوء سے کئی نمازوں کا ادا کر لینا ثابت ہوتا ہے کیونکر مقبول ہونگی اور حدیث ان المومن لا ینجس انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس کے بعد یہ اسکے کیونکر لایق قبول ہوگی کہ اہل بیت جنمیں بدلالت اہل بیت خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں چہ جائیکہ اور کاملان وقت زمرہ اہل ایمان سے نعوذ باللہ خارج ہیں اور بمقابلہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ احادیث در مغفرت کبار صحابہ جو بالیقین پہلے مشرک تھے کیونکر پایۂ اعتبار کو پہنچیں گی بلکہ مشرک کی مغفرت کی امید ہی منقطع ہو جاویگی گو تائب ہو کر ولی ہی کیوں نہ ہو جاوے اور پھر اسوجہ سے بعد ضم ضمیمہ جہلا نہ شرک کا عجب نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت میں بھی تامل ہو اور بمقابلہ

آیت لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ احادیث

شفاعت کس شمار میں ہونگی اور بمقابلہ مثنی و ثلث و رباع حدیث اخبار تسعۃ ازواج مطہرات ساقط الاعتبار ہوں گی یا نعوذ باللہ دشمنان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتکب کبیرہ شیعہ و مصر علی الکبیرہ اور جو ہر بالکبیرہ تصور فرماوینگے اور بمقابلہ یوصیکم اللہ حدیث معاشر الانبیا لا نورث مثل شیعہ دیوار ہی ماری جائیں گی اور بمقابلہ الزانیۃ والزانی حدیث رجم کی کیا شنوائی ہوگی اور بمقابلہ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان یفتنکم الذین کفروا اس حدیث کو آپ کیا سمجھیں گے جس سے بحالت امن منی میں باوجود مجمع کثیر رفقار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصر کرنا ثابت ہوتا ہی سر دست انہیں دس گیارہ پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ العشر بالعشر ہو جائے اور لدینا مزید کی دھمکی اور بڑھ جائے آپ اور کچھ رقم فرمائینگے تو ہم بھی اور کچھ نذر عرض خدمت کیلئے لائینگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین تمت